قرآنی وجوہ ونظائر کا علم

(ایک تعارف)

تحریر: ڈاکٹر محمد شفقت اللہ، اسسٹنٹ پروفیسر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

قرآن مجید ایک کتاب ہدایت ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے انسانی رہنمائی کیلئے نازل فرمایا ہے جو بنی نوع انسان کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور تمام مسلمان ہر زمانے میں اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کرنے کیلئے اس کے احکام کا علم ناگزیر ہے اور احکام کو سمجھنے سے پہلے اس کے الفاظ پر غور وفکر کرنا ضروری ہے ارشاد باری ہے:

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا"(۱)

(کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں)

قرآن مجید جس تدبر کا مطالبہ کرتا ہے وہ الفاظ کے گہرے مطالعے اور لغوی تجزیے کا بھی متقاضی ہے۔ قرآن مجید کے اسلوب کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے متعدد الفاظ ایسے ہیں جن کا ایک آیت میں کچھ معنی ہوتا ہے لیکن دوسری آیات میں انہیں الفاظ کے معانی کا کوئی اور پہلو سامنے آتا ہے۔ نیز متعدد معانی کیلئے ایسے الفاظ وارد ہوتے ہیں جو ایک حد تک ملتے جلتے اور ایک جیسے معانی رکھتے ہیں لیکن ان کے معانی کے کئی پہلو باہم مختلف بھی ہوتے ہیں۔ قرآنی الفاظ کے معانی کے اشتراک واختلاف کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ اور قواعد کلیہ کو "علم الوجوہ والنظائر" کہتے ہیں۔ قرآنی علوم میں علم الوجوہ والنظائر کی حیثیت مسلم ہے کیونکہ قرآن کریم کے متحد المعنیٰ، قریب المعنیٰ اور مشترک المعنیٰ الفاظ سے احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے اور قانون سازی میں توسیع ممکن ہوتی ہے۔

__لغوی معنی__: وُجُوۂ جمع ہے وَجْہٌ کی۔ جس کا معنی چہرہ اور ہر چیز کا سامنے کا حصہ ہے(۲) زبیدی نے لکھا ہے "الوجہ من الکلام: السبیل المقصود به"(۳) کلام کا وہ پہلو جو مقصود ہو۔ المعجم والوسیط میں وجہ کے کئی معنی لکھے ہیں جن میں القصد، الجھة اور الناحیة بھی ہیں جن کا معنی بالترتیب کسی چیز کا ارادہ کرنا، جانب اور طرف (کنارہ) ہیں۔

نَظَائِرُ جمع ہے نَظِیرُ کی۔ نظائر بروزن فعائل ہے جو صیغہ منتہی الجموع ہے اور صیغہ منتہی الجموع غیر منصرف ہوتا ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں "یقال! فلان نظیرک' ای مثلک' لانه اذا نظر الیهما الناظر رآهما سواء (۵) کہا جاتا ہے۔ فلان نظیرک اس کا معنی ہوتا ہے مثلک (یعنی فلاں تیری مثل ہے) (کسی کے مثل کو نظیرک کہنے کا) سبب یہ ہے کہ جب کوئی دیکھنے والا ان دونوں (اس آدمی کو جس سے خطاب کیا رہا ہے اور اس کے نظیر) کو دیکھتا ہے تو انہیں ایک جیسا (دیکھتا) پاتا ہے۔

<u>اصطلاحی مفہوم</u>: علامہ زرکشی فرماتے ہیں: فالوجوه : اللفظ المشترک الذی یستعمل فی عدة معان کلفظ امة والنظائر کا لالفاظ المتواطئة" (٦) یعنی وجوہ وہ مشترک لفظ ہے جو متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لفظ امت اور نظائر معنی کی باہمی مطابقت رکھنے والے الفاظ ہوتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے بھی الوجوہ والنظائر کی یہی تعریف کی ہے (۷) حاجی خلیفہ نے علم الوجوہ والنظائر کو علم التفسیر کی شاخ قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"وسعناه ان تکون الکلمة واحدة ذکرت فی مواضع من القرآن "علی لفظ واحد وحرکة واحدة وارید بها فی کل مکان معنی غیر الاخر" (۸)

قرآنی وجوہ ونظائر کے علم کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی لفظ قرآن مجید میں کئی موقعوں پر ایک ہی لفظ اور ایک ہی حرکت کے ساتھ مذکور ہوتا ہے۔ لیکن ہر موقع پر اس کا معنی الگ ہوتا ہے۔

غرض "علم الوجوہ والنظائر" کے بارے مختصر تصریح یہ ہو سکتی ہے کہ لفظ واحد کے معانی متعددہ پر بحث کو وجوہ اور معنی واحد کے لئے الفاظ متعددہ پر بحث کا نام نظائر ہے۔

<u>وجوہ کی مثال</u>: امام سیوطیؒ نے الاتقان میں ا/ ۱۴۲'۱۴۳ پر قرآن مجید کے دس الفاظ کی وجوہ لکھیں ہیں جن میں سے لفظ صلوٰۃ قرآن مجید میں نو (۹) وجوہ پر آیا ہے۔

(۱)	خاص	مخصوص اسلامی عبادات جس کے شریعت نے شروط وارکان مقرر کئے ہیں	
		وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ	(البقرہ: ۳)
(۲)	نماز عصر	تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ	(المائدہ: ۱۰۶)
(۳)	نماز جمعہ	اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ	(الجمعہ: ۹)
(۴)	نماز جنازہ	وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ	(التوبہ: ۸۴)

(۵) دعا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبہ : ۱۰۳)

(۶) دین اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ (ھود : ۸۷)

(۷) قرأت وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِکَ (الاسراء : ۱۱۰)

(۸) رحمت واستغفار اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب : ۵۴)

(۹) نماز ادا کرنے کی جگہ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ (الحج : ۴۰)

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ نے احسان کرنے کیلئے قرآن مجید سے چار الفاظ کے نظائر لکھے ہیں :(۹)

(۱) فَضْل (۲) مَنّ (۳) اَنْعَمَ (۴) اَحْسَنَ

(۱) فَضْل وَلَاتَنْسَوُاالْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (البقرہ : ۲۳۷)

(۲) مَنّ لَقَدْمَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران : ۱۶۴)

(۳) اَنْعَمَ وَاِذْتَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (احزاب : ۳۷)

(۴) اَحْسَنَ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْاَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ (یوسف : ۱۰۰)

علم الوجوہ والنظائر کی اہمیت :ویسے تو علم الوجوہ والنظائر کے لغوی اور اصطلاحی معانی سے اس کی اہمیت واضح ہو گئی ہے لیکن مقاتل نے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان نقل کیا ہے :

" لا یفقه الرجل کل الفقه حتی یری للقرآن وجوھا کثیرة"(۱۰)

(کوئی شخص فقہ کا مکمل فقیہہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآن کی بکثرت وجوہ پر نظر نہ رکھتا ہو)

ابن سعد نے حضرت عکرمہ کے طریق پر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے :

"علیؓ بن ابی طالب نے ابن عباسؓ کو فرقہ خوارج کی طرف مباحثے کی غرض سے بھیجا اور فرمایا تم خوارج کے پاس جا کر ان سے مباحثہ کرنا مگر خبر دار قرآن سے دلیل نہ لانا کیونکہ وہ بہت سے وجوہ رکھتا ہے۔ البتہ سنت کو دلیل میں پیش کرنا۔ ابن عباسؓ نے علیؓ کی بات سن کر کہا! امیر المؤمنین میں خوارج کی نسبت سے کتاب اللہ کا بہت اچھا عالم ہوں۔ کلام الٰہی ہمارے گھروں میں نازل ہوا۔ علیؓ نے فرمایا تم یہ سچ کہتے ہو۔ لیکن قرآن "حمال ذو وجوہ" ہے۔ تم ایک بات کہو گے وہ دوسری بات کہیں گے۔ مگر تم ان سے مباحثہ کرنے میں حدیث نبوی ﷺ کو دلیل بنانا۔ کیونکہ اس سے انہیں بچنے کا موقع نہیں ملے گا۔(۱۱)

حضرت علیؓ کے اس فرمان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی ایسے شخص کو دعوت دیتے وقت جو عربی لغت اور وجوہ والنظائر وغیرہ سے واقفیت رکھتا ہو قرآن سے دلیل پیش ہی نہیں کرنی چاہیے۔

جبکہ ہر بات کے بارے میں سب سے پہلے قرآن ہی کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو گویا دو باتوں میں تعارض واقع ہو گیا۔ اس تعارض کو اس طرح رفع کیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی مسئلے کے بارے میں قرآن سے دلیل لانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں البتہ یہ بات انتہائی تقوی پر مبنی ہے کہ جب تک انسان اس علم میں مکمل مہارت حاصل نہ کر لے وجوہ ونظائر سے اچھی طرح واقف نہ ہو جائے تو اس وقت تک وجوہ ونظائر کے مباحث میں الجھے بغیر اسے سنت سے دلائل پیش کرنے چاہئیں کیونکہ وجوہ ونظائر کے مباحث اسے مشکل میں ڈال دیں گے۔ لیکن جب سنت رسول اللہ ﷺ سے بات کی جائے گی تو مقابلہ پر آنے والا شخص ساکت ہو جائے گا۔ وہ اس طرح کہ قرآن پاک یعنی وحی الٰہی قلب رسول ﷺ مہبط ہے۔ اور ان سے بڑھ کر وجوہ ونظائر قرآنی سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو معنی آپ ﷺ بیان کریں گے وہی درست ہوں گے۔ چاہے لغت دوسرے معنی ہی کیوں نہ بتا رہی ہو۔ وہاں شرعی معنی مراد لئے جائیں گے۔ مثلاً "صلوۃ" کے جو معنی نبی کریم ﷺ نے بیان کر دیے اور اپنی سنت اور عمل سے ثابت کر دیے۔ اگر کوئی اس سے ہٹ کر معانی مراد لے گا تو سراسر گمراہی میں مبتلا ہو گا۔ رہی بات خوارج کی تو حضرت علیؓ نے ان کی نفسیات سے واقفیت ہونے کی وجہ سے ابن عباسؓ کو ایسا حکم دیا تا کہ ان کے پاس ابطال حق کا کوئی چارہ نہ رہے۔

اس کے علاوہ وجوہ ونظائر کے علم کی اصل اہمیت مفسرین اور مجتہدین کیلئے ہے۔ یعنی مفسر کیلئے جن علوم کا جاننا ضروری ہے کہ جن کے جانے بغیر وہ تفسیر کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا، وجوہ ونظائر کا علم بھی ان ہی علوم میں شامل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے سابقہ ارشاد سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ فقہاء کو قرآن کی وجوہ پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وہ استنباط کے وقت غلط مطلب بھی اخذ کر سکتے ہیں۔

وہ لغوی قواعد جن کی احکام کے استنباط واستشہاد کے وقت ضرورت ہوتی ہے ان میں چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) عام۔خاص (ii) مطلق۔مقید (iii) حقیقت۔مجاز

(iv) مشترک۔مؤول (v) صریح۔کنایہ (vi) عبارۃ النص۔وغیرہ

ان میں سے مشترک اور مؤول کی بحث کے علاوہ باقی کا وجوہ ونظائر کی بحث سے براہ راست تعلق نہیں۔ لہذا صرف مشترک اور مؤول کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مشترک: ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے مشترک کی تعریف اس کی طرح کی ہے:

"المشترک عند الاصولیین الفظ وضع لمعنیین اواکثر باؤ ضاع متعددۃ" (۱۲)

(اصولیین کے ہاں مشترک وہ لفظ ہے جس کو دو یا دو سے زائد معانی کیلئے وضع کیا گیا ہو)
مثلاً لفظ ''عین'' اس کو آنکھ، چشمہ، گھٹنہ وغیرہ، مختلف اشیاء کیلئے متعدد مرتبہ وضع کیا گیا ہے (۱۳)
اور لفظ ''القروء'' جسے دو معنوں کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ ایک طہر اور دوسرے حیض۔ (۱۴)

مشترک کی اقسام: اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) مشترک لفظی (۲) مشترک معنوی

مشترک لفظی: وہ لفظ جو مختلف اشیاء اور معانی کی تعبیر کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ ''عین''

مشترک معنوی: وہ مشترک لفظ جس کو کسی ایسے مفہوم و معانی کیلئے وضع کیا گیا ہو جو چند چیزوں کے درمیان مشترک ہو اور اسی مناسبت سے ہر ایک کیلئے الگ الگ استعمال کیا جائے کہ یہ سمجھا جانے لگے کہ اس لفظ کو ان معانی میں سے ہر ایک کیلئے مستقلاً وضع کیا گیا ہو۔ مثلاً لفظ ''قرء'' اصل میں اس کا موضوع لہ ہر ایسا وقت ہے جس میں کسی کام کے ہونے یا کرنے کی عادت بن جائے۔

مشترک الفاظ کے بارے میں اصولیین کا موقف

ایک وقت میں ایک سے زائد معنی مراد نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی معنی مراد لئے جائیں گے۔ جب تک کسی ایک معنی کا تعین نہ ہو، عمل کے بارے میں توقف سے کام لیا جائے گا اور کسی ایک معنی کے راجح قرار پانے پر اس پر عمل کیا جائے گا۔

قرائن رجحان

(i) سباق کلام : کلام کا گزرا ہوا حصہ
(ii) سیاق کلام : کلام کا آنے والا حصہ
(iii) موقع کلام : جو لفظ شریعت میں کوئی خاص مفہوم رکھتا ہو۔

یہ اشتراک اسم، فعل، حرف تینوں میں ہوتا ہے جیسے عَین'' عَسعَس' مِن میں ہوتا ہے۔ (۱۵)

مؤول: وہ لفظ مشترک جس کے کسی ایک معنی کو قرائن ظنیہ کی بناء پر باعتبار مراد راجح قرار دیا جائے۔

قرائن ظنیہ: قیاس، خبر واحد اور مشترک ترجیح کے سابقہ ذکر کردہ ذرائع مراد ہیں: مثلاً ''قرء'' کے جب ایک معنی ''حیض'' متعین ہو گئے تو وہ مؤول قرار پائے گا۔ اگر یہ تعین دلیل قطعی یعنی قرآن و حدیث یا خود متکلم کے کلام سے ہو تو اسے ''مفسر'' کہیں گے۔ اگر تعین گمان غالب کے ساتھ ہو تو اسے مؤول کہیں گے۔ جیسے: ''یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ'' البقرہ: ۳)

یہاں الصلوۃ کے معنی دلیل قطعی یعنی حدیث نبوی ﷺ کے ذریعے نماز بصورت ''معروف'' مراد ہے۔ لہذا یہ ''مفسر'' کہلائے گا۔ اور لفظ ''قرء'' کو گمان غالب کی وجہ سے حیض کے معنی میں لیا ہے۔ لہذا اسے مؤول کہیں گے۔ (۱۶)

قرآن کے مشترک الفاظ یا وجوہ : قرآن پاک میں جو الفاظ ایک سے زائد معانی کیلئے آئے ہیں۔ ان ہی سے چند الفاظ یہاں درج کیے جاتے ہیں :

(۱) الھدیٰ : یہ سترہ وجوہ پر آیا ہے (۲) السوء : یہ گیارہ وجوہ کیلئے آیا ہے
(۳) الصلوٰۃ : ۹ وجوہ پر آیا ہے (۴) الرحمۃ : یہ چودہ وجوہ کیلئے آیا ہے
(۵) القضآء : یہ ۱۵ وجوہ پر آیا ہے (۶) فتنۃ : یہ بھی ۱۵ وجوہ پر آیا ہے
(۷) الروح : یہ ۹ وجوہ پر آیا ہے (۸) الذکر : یہ ۲۰ وجوہ پر آیا ہے
(۹) الدعاء : یہ ۶ وجوہ پر آیا ہے (۱۰) الاحصان : یہ ۳ وجوہ پر آیا ہے (۱۷)

قرآن مجید کے وہ الفاظ جن کے معانی کبھی کبھی بدل جاتے ہیں

قرآن مجید کے بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جو عام طور پر ایک ہی معانی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن کسی مقام پر ان کا معنی بدل بھی جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

(۱) اسف : قرآن مجید میں ہر جگہ رنج اور کڑھنے کے معنی میں آیا ہے مگر ایک مقام ''فَلَمَّآ آسَفُوْنَا'' میں اس کے معنی غصہ دلانا کے آئے ہیں۔

(۲) بَعل : یہ لفظ عام طور پر شوہر کے معنی میں آیا ہے۔ مگر ''اتدعون بَعلاً'' میں ایک بت کے معنی میں آیا ہے۔

(۳) ریب : عام طور پر یہ لفظ شک کے معانی میں آیا ہے مگر ''ریب المنون'' میں حوادث زمانہ کے معانی میں آیا ہے۔

(۴) زکواۃ : ہر موقع پر مال کے معانی میں آیا ہے مگر ''حَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً'' میں اس کے معنی پاکیزگی کے آئے ہیں (۱۸)

اس طرح کے بے شمار الفاظ ہیں جو ایک جگہ پر اپنے معنی مختلف رکھتے ہیں اور دوسری جگہ بالکل مختلف۔ علامہ جلال الدین سیوطی اس ضمن میں یہ بات بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ صحابہ اور تابعین سے بھی ایسے اقوال منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے فلاں لفظ کے فلاں معنی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ کو مختلف معنی میں اور ایک معنی کیلئے مختلف مترادف الفاظ استعمال

ہی کیوں کئے جاتے ہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان افصح اللغات ہے اور ایک ہی لفظ کیلئے مختلف معنی مراد لینے سے اس زبان کی جامعیت اور فصاحت وبلاغت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن ایک ایسی زبان میں اترا ہے جو اپنے اندر ہر طرح کے معنی سمیٹے ہوئے ہے۔ اور یہ عربی زبان کا خاصہ ہے کہ باریک باریک لغوی فرق کیلئے الگ الگ الفاظ اس زبان سے زیادہ کسی اور زبان میں نہیں۔ مثلاً قرآن میں آباد ہونے کیلئے آٹھ لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) سَکَنَ : کسی دوسرے مقام سے آکر آباد ہونے کیلئے

(۲) تَبَوَّأَ : موافق اور سازگار ماحول میں آباد ہونے کیلئے

(۳) ثوی : موروثی طور پر کسی جگہ آباد ہونے کیلئے

(۴) خَلَدَ : طویل عرصہ رہنے کیلئے

(۵) حَضَرَ : کسی شہر میں آباد ہونے کیلئے

(۶) بَدَأَ : کسی دیہات اور جنگل میں رہنے کیلئے

(۷) عَاشَرَ : اپنے خاندان میں مل جل کر رہنے کیلئے

(۸) غنی : طویل مدت تک آرام واطمینان سے رہنے کیلئے استعمال ہوتا ہے (۱۹)

خلاصہ کلام : قرآن مجید کا ایک لفظ جو ایک سے زائد معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ اس کے معجزہ ہونے پر ایک بڑی دلیل ہے۔

وجوہ ونظائر پر کام کرنے والے علماء : اس موضوع پر متعدد علماء نے کام کیا ہے مثلاً :

(۱) مقاتل بن سلیمان (م ۱۵۰ھ) (۲) ہارون بن موسی (م ۱۷۰ھ)

(۳) یحی بن سلام (م ۲۰۰ھ) (۴) الحکیم الترمذی (م ۳۲۰ھ)

(۵) الثعالبی (م ۴۲۹ھ) (۶) حسین بن محمد الدمغانی (م ۴۷۸ھ)

(۷) عبدالرحمٰن ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) (۸) ابن عماد (م ۸۸۷ھ)

(۹) مطروح بن محمد (م ۷۱۲)

علوم القرآن پر لکھی جانے والی اکثر وبیشتر تصانیف میں ضمناً وجوہ ونظائر کا ذکر آتا ہے لیکن متعدد علماء نے اس دقیق علم پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی "ابجد العلوم" میں" علم الوجوہ والنظائر" کے عنوان کے تحت اس علم پر لکھی گئی مشہور زمانہ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

حواشی

۱۔ سورۃ محمد:۲٤

۲۔ ابن منظور، محمدبن مکرم، الانصاری، (م ۷۱۱ھ) لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، اشاعت اول ۱۹۹۵ء ج ۱۵ ص:۲۲۵

۳۔ الزبیدی، محمد مرتضی، ابوفیض، الحسینی تاج العروس من جواہر القاموس بیروت، دارالفکر، ۱۹۹٤ء تحت مادہ وجہ باب الواو، ج ۱۹، ص ۱۱۰

٤۔ د۔ابراہیم أسن وغیرہ المعجم الوسیط، القاھرۃ، الطبعۃ الثانی ص ۱۰۲۵

۵۔ الزبیدی، حوالہ مذکورہ بالا، ج ۷، ص ۵٤۰

٦۔ الزرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، لبنان، ج ۱، ص ۱۳٤

۷۔ السیوطی، جلال الدین بن عبد الرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱٤۱

۸۔ حاجی خلیفہ، مصطفےٰ بن عبداللہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، کراچی نورمحمد اصح المطابع (ت-ن) ج ۲، ص ۲۰۰۱ علاوہ ازیں نواب صدیق حسن خان قنوجی نے بھی ابجد العلوم مطبوعہ بھوپال ۱۲۹٦ء ص ٦۲۳۵ پر یہی تعریف نقل کی ہے۔

۹۔ کیلانی عبد الرحمٰن مولانا، مترادفات القرآن مع فروق لغویہ، لاہور مکتبۃ السلام، طبع اول (ت۔ن) ص ۱۲٤، ۱۲۵

۱۰۔ السیوطی، حوالہ مذکورہ ج ۱، ص ۱٤۱

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ زیدان، عبدالکریم، ڈاکٹر الوجیز فی اصول الفقہ، فاران آکیڈمی، (ت-ن) ص ۳۲٦

۱۳۔ محمدعبیداللہ، اصول فقہ کراچی ۱۹۹٦، ص ۱۱۹

۱٤۔ شاشی، نظام الدین، اصول الشاشی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۰

۱۵۔ محمد عبید اللہ حوالہ مذکورہ بالا، ص ۱۱۷، ۱۲۰

۱٦۔ محمد عبیداللہ حوالہ مذکورہ بالا، ص ۱۲۱

۱۷۔ السیوطی، حوالہ مذکورہ بالا ج ۱، ص ۱٤۲-۱٤۳

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ کیلانی، حوالہ مذکورہ بالا، ص ٦۸